سلسلہ ۱۳۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کیلئے

حضرت یوسف علیہ السلام کے طرزِ تبلیغ کا ایک نمونہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سب سے پہلے آئیے ہم ان آیاتِ کریمہ کو پڑھیں جن میں اس دعوت کا ذکر ہے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا

رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ
وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ
شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا
وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝
یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ
اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ ۝

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ
سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا
اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ
رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ
الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ
فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ؕ ۝

(سورۂ یوسف، پ ۱۲، آیت ۳۶ تا ۴۱)

ترجمہ

" اور انکے ساتھ دو اور جوان بھی داخلِ زندان ہوئے ایک نے ان میں سے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا) دیکھتا ہوں کہ شراب کیلئے انگور نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا میں نے بھی خواب دیکھا ہے میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور جانور ان میں سے کھا رہے ہیں تو ہمیں انکی تعبیر بتا دیجئے کہ ہم آپ کو نیکو کار دیکھتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے کہا جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو ان کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں۔ جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں میں ان کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں۔ اور اپنے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے مذہب پر چلتا ہوں ہمیں شایاں نہیں کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک بنائیں یہ خدا کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے — میرے جیل خانہ کے رفیقو! بھلا

جُدا جُدا آقا اچھے یا ایک خدائے یکتا و غالب۔ ؟
جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام
ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں
خدا نے ان کی کوئی سند نہیں نازل کی۔ سو سُن رکھو کہ خدا
کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے،
اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین
ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

میرے جیل خانہ کے رفیقو! تم میں سے ایک جو پہلا
خواب بیان کرنے والا ہے وہ تو اپنے آقا کو
شراب پلایا کرے گا اور جو دوسرا ہے وہ
سولی دیا جائے گا۔ اور جانور اس کا سر کھائیں گے
جو امر (تعبیرِ خواب) تم مجھ سے پوچھتے ہو وہ فیصل
ہو چکا ہے "

ایک انوکھا ماحول جسمیں حضرت یوسفؑ نے دعوت دی

ان آیاتِ کریمہ کی تشریح سے پہلے اپنے ذہن میں اُس
انوکھے ماحول کا ایک نقشہ سامنے لائیے جو اس دعوت کے وقت
تھا اور ان حالات کو پیشِ نظر رکھیئے جن میں حضرت یوسف علیہ السّلام

نے کارِ دعوت انجام دیا۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کون تھے حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت یعقوب علیہ السّلام کے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السّلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پر پوتے ہیں۔ یہ وہی حضرت یوسفؑ ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا:

الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم

(ترجمہ) ایک برگزیدہ، برگزیدہ کے صاحبزادے، برگزیدہ کے پوتے برگزیدہ کے پر پوتے،،

نسب دیکھئے تو سب سے اعلیٰ، خاندانی شرافت میں سب سے بلند، نبوّت کی میراث دیکھئے تو کئی پشتوں سے اس کے حامل، اللہ جلّ شانہ، کی معرفت دیکھئے تو یہ بھی خاندانی ورثہ، سیرت اور اخلاق دیکھئے تو پشتہا پشت سے ان کے خاندان میں یہ دولت منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ آسمانی صحیفوں میں انکا ذکر ہے۔

دین و دانش ادب و حکمت کی کتابوں میں انکا قصّہ موجود ہے۔ جمالِ ظاہری میں بے مثال تھے، اللہ تعالیٰ نے حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت کا جامع بنایا تھا۔ ظاہری شکل وجاہت کا اگر وہ نمونہ تھے تو دوسری طرف پاکیزہ اخلاق اور کردار کی بلندی کا آئینہ تھے۔ انکی ذات

حسنِ صورت، حسنِ سیرت اور جمالِ عقل و فکر (اگر یہ تعبیر مناسب ہو تو) کی جامع تھی۔ اس کے ساتھ طبیعت میں گداز، احساس و جذبات میں لطافت اور فطری شرافت کا عنصر مستزاد تھا وہ صحیح معنوں میں حسنِ کامل کا پرتو تھے۔ یہ حسن ان کی ظاہری وجاہت کی طرح ان کے عادات و اطوار، طرزِ کلام اور طرزِ فکر سے بھی آشکار تھا۔

ان آیاتِ کریمہ کی ادبی شان اور بلاغت کا لطف لینے سے پہلے ہمیں اس ماحول کو بھی اپنے سامنے رکھنا چاہیے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اصحابِ زندان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تھی۔ ان آیاتِ کریمہ کو پڑھیے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۚ (یوسف، آیت ۱۹)

(ترجمہ) اب خدا کی شان دیکھو کہ اس کنویں کے پاس ایک قافلہ وارد ہوا اور انھوں نے پانی کیلئے اپنا سقا بھیجا، اس نے کنویں میں ڈول لٹکایا"

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ (یوسف ۳۵)

(ترجمہ) پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے ان

کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصہ کے لیئے ان کو قید ہی کر لیں ،،

حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور ایک ایسی تہمت لگائی جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انکو بری اور بے قصور ثابت کر دیا۔ جیسے خونریزی کی تہمت سے وہ بھیڑیا بری تھا جس پر حضرت یوسف کو پھاڑ کھانے کا الزام ان کے بھائیوں نے من گھڑت کہانی بنا کر لگایا تھا۔[1]

بہر حال حضرت یوسف ؑ جیل میں ایک تہمت کی بنا پر مجرم کی حیثیت سے داخل کیئے جاتے ہیں۔۔ جیل خانوں میں حکام بالا کے احکام کی صرف تعمیل ہوتی ہے جیل خانہ کے عملہ کو حق و ناحق سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ عملہ تو قیدیوں کو اس طرح اپنی تحویل میں لیتا ہے جیسے ہم لوگ ڈاک وصول کرتے ہیں۔ ڈاکیہ کو بھی اس سے مطلب نہیں کہ ان خطوط میں کیا ہے اور ایسے ہی لینے والا بھی بغیر کسی جرح وقدح کے وصول کر لیتا ہے اب خواہ اس میں کوئی تار ہو جس میں اچانک کسی حادثہ کی خبر ہو یا کوئی خوشخبری ہو۔ غرض جیل خانہ کا عملہ جمادات

---

[1] یہ عربی کا ایک محاورہ ہے کہ فلاں شخص اس تہمت سے ایسا بری ہے جیسے حضرت یوسف ؑ کے خون سے بھیڑیا بری تھا۔ (مترجم)

یا اشیاءِ منقولہ کیطرح سے قیدیوں سے معاملہ کرتا ہے۔

انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انہیں کیا معلوم کہ کون ہیں اور کس خاندان کے چشم و چراغ ہیں ــــ اور کس درجہ بلند اخلاق کے حامل ہیں۔ انکو تو صرف یہ معلوم تھا کہ انکے لیئے جیل خانہ میں ڈالے جانے کا حکم صادر ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے دوسرے قیدیوں کیطرح انکو بھی داخلِ زنداں کر دیا۔ جب حق و ناحق کا فیصلہ جیل کے باہر نہ ہوسکا تو پھر جیل کی چہار دیواری کے اندر کیونکر ممکن تھا۔؟

اس کے آہنی پھاٹک کے پٹ جب بند ہو گئے تو اس کے اندر جو بھی ہے یکساں ہے، باہر کی صاف ہوا سے سب ہی محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ جیل خانے کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے اور قیدیوں کو باتیں کرنے کا وقت ہی وقت ہوتا ہے۔

احترام و اعتماد کا مرکز

باوجود اس کے کہ سب قیدی برابر ہوتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام ہی چند دنوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ قیدیوں میں ان کی شرافت و حُسنِ اخلاق کا عام چرچا تھا۔ ان کے ماحول پر چھائی ہوئی تاریکی ان کے اخلاقِ کریمانہ کی نورانیت سے چھٹ گئی۔ سنجیدگی، وقار، کردار کی بلندی، سیرت کی پختگی، عبادت میں یکسوئی، اور پھر

ملنے ملانے میں خندہ پیشانی، عجز وانکساری، ہر ایک سے اخلاق و مروت کا برتاؤ، کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا اثر نہ پڑتا۔ قیدیوں کے دل بے اختیار انکی طرف کھینچنے لگے اور وہ انکا احترام کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی منشاء و مصلحت کا مظہر تھا۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔؟

دو قیدی دو مختلف قسم کے خواب دیکھتے ہیں۔ خواب آئے دن کے خوابوں سے مختلف اور ذرا نرالے قسم کے تھے۔ ایک نے دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے۔ اس کے اعصاب پر کابوس کی طرح یہ خواب سوار ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہوگی؟۔ دوسرا شخص دیکھتا ہے کہ وہ سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہے جس کو پرندے کھا رہے ہیں یہ بھی عجیب و غریب قسم کا خواب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے رجوع کریں۔ خوابوں کی تعبیر لینے کیلئے انکا حضرت یوسف علیہ السلام سے رجوع کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ انکی انسانی فطرت مُردہ نہیں تھی اور ان میں مشاہدہ کی قوت باقی تھی۔ اور یہ ہوتا آیا ہے کہ لوگ علم و منطق سے زیادہ اپنے مشاہدات و تجربات پر اعتماد کرتے ہیں۔ بہر حال ان دونوں نے اپنے اپنے خواب بیان

گئے۔ ایک نے کہا میں اپنے آپ کو شراب کشید کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ دوسرے نے کہا میں اپنے سر پر روٹی دیکھتا ہوں جس کو پرندے کھا رہے ہیں۔ براہِ کرم اس کی تعبیر دیجئے، آپ ہمیں بہت بھلے انسان دکھائی دیتے ہیں ہم آپ کو ان لوگوں میں پاتے ہیں جو احسان کرتے ہیں۔

احسان کا مفہوم

خواب کی تعبیر پوچھنے والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا:

إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

ترجمہ "یعنی آپ ہم کو ان لوگوں میں سے دکھائی دیتے ہیں جو احسان کرتے ہیں"

یہاں پر احسان کا مفہوم کیا ہے؟ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس کوئی دولت تھی جسے انہوں نے چھپا کر رکھا تھا اور قیدیوں میں اُسے تقسیم کیا کرتے تھے۔ احسان کا لفظ سن کر ہمارے ذہن میں جو بات پہلے آتی ہے وہ یہی ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام جس حالت میں تھے اس کو دیکھتے ہوئے یہ بات نہ صرف خلافِ عقل بلکہ محال معلوم ہوتی ہے۔

احسان کا مطلب ہے کسی کام کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینا جو کمال کا درجہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت

کیا گیا کہ احسان کیا ہے تو آپ نے فرمایا :

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن
تراہ فانہ یراک "

(ترجمہ) " احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت
کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ اگرچہ تم
اس کو نہیں دیکھ رہے ہو لیکن وہ تو تم کو دیکھ ہی
رہا ہے "

لہٰذا یہاں احسان کا مفہوم یہ ہے کہ ہم آپ کو عبادت میں
درجۂ احسان پر فائز پاتے ہیں۔ آپ کو گفتگو میں، ہر معاملہ میں ہر چیز
میں اس کمال کے درجہ پر پاتے ہیں جو احسان کا درجہ ہے۔ چونکہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے گرد و پیش تہمت اور بدنامی کے
ہالے پڑ چکے تھے (جمال ظاہری میں حضرت یوسف علیہ السلام ایک
مہ تابندہ تھے اس لیے ان کے گرد تہمت اور بدنامی کے ماحول
کو ہالہ سے تعبیر کرنا مناسب ہوگا) لوگ کچھ کا کچھ گمان کرنے لگے
تھے۔ چرچے ہو رہے تھے۔ قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں۔ کوئی
کہتا تھا آخر جیل میں کیوں ڈالے گئے؟ کسی نے کہا ضرور ایسا کیا ہوگا
کسی نے کہا اس سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہاں جیل میں سب ہالے
ختم ہو گئے۔ اور ایک دوسرا ہالہ اس صورت و سیرت کے ماہ تاباں

کے گرد دکھائی دینے لگا۔ یہ تھا احترام و اعتماد اور تحسین و تعریف کا ہالہ۔

بھیانک خوابوں سے زیادہ قابلِ فکر بات

حضرت یوسف علیہ السلام نے محسوس فرمالیا کہ جو چیز ان دونوں کو یہاں لائی ہے اور جس کی وجہ سے یہ مجبور ہو کر آئے ہیں وہ ان کے بھیانک خواب ہیں اور یہی ان بیچاروں کا معیارِ علم ہے اور یہ لوگ اسی طرح کی باتوں کو زندگی کا اہم ترین مسئلہ سمجھتے ہیں۔ انکے نزدیک رنج و راحت، کامرانی و ناکامی کا تصور اس دو روزہ زندگی سے وابستہ ہے۔

مگر حضرت یوسف علیہ السلام آغوشِ نبوّت کے پروردہ تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں بصیرت کی دولت عطا فرمائی تھی۔۔۔ رسالتِ خداوندی کے لیئے ان کے مزاج کو ڈھالا گیا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ دونوں قید و بند کے رفیق جس حقیقت کو فراموش کر رہے ہیں وہ ان خوابوں سے کہیں زیادہ قابلِ فکر بات ہے وہ حقیقت ہے ایمان باللہ کی، یعنی اس ذاتِ پاک پر ایمان جو اس کائنات کا خالق و مدبر ہے اور وہ حقیقت ہے توحید کی جس میں شرک کی آمیزش نہ ہو اور کیا اِس زندگی کی خواہ کتنی ہی طویل

ہو حقیقت ایک خواب سے زیادہ ہے؟

ان دونوں رفیقانِ قید واسارت کو اس طویل خواب کی تعبیر جاننا ضروری تھا اور وہ اس کے زیادہ محتاج اور ضرورت مند تھے اور اس کا بھولنا یا فراموش کر دینا زیادہ خطرہ اور سخت نقصان کی بات ہے یا نہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام کو جو اللہ تعالےٰ نے فطری طور پر جذبۂ ہمدردی اور لوگوں کی خیر خواہی کا ذوق عطا فرمایا تھا اس کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام انہیں اصل خطرہ سے آگاہ فرمائیں۔ اور انکو ایسی بات بتائیں جو ان کیلئے بنیادی طور پر نفع بخش ہو۔

اور خاص طور پر اس وقت جبکہ ذہن بات سمجھنے کے لئے تیار ہو چکا ہے اور دماغ پر ایک دھچکہ لگ چکا ہے خواہ کسی معمولی ہی سبب کی بنیاد پر، بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے محسوس فرمایا کہ یہ ایک موقع ہے بات سمجھانے کا اور ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد موقع نہ ملے لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور ان کے دماغ کی نرم مٹی میں ایک اچھا تخم ڈال ہی دیا جائے۔

خواب کی تعبیر نے ایک اچھی تقریب اور مناسب سلسلۂ کلام پیدا کر دیا ہے اس کے ذریعہ اللہ کے دین کیطرف دعوت دی جائے

اور انکی فطرتِ سلیم کو بیدار کیا جائے کہ وہ واضح اور قابلِ فہم، عقیدۂ توحید کو پاسکیں۔

آغازِ گفتگو کا حسین پیرایہ

گفتگو کا آغاز کس حسین پیرایہ سے کیا گیا ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایک اعلیٰ درجہ کی بات کے لیئے گفتگو کا پیرایہ بھی اعلیٰ درجہ کا ہونا چاہیئے آدابِ کلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے اگر ایسا نہ ہو تو بات کا حُسن ختم ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک پُر شکوہ اور حسین عمارت کے لیئے ضروری ہے کہ اس کا پھاٹک بھی دیدہ زیب اور عالیشان ہو جس کو دیکھتے ہی عمارت کی اہمیت معلوم ہو اور آدمی اندر داخل ہونے میں سہولت اور مسرّت محسوس کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح فرمایا کہ پہلے تو انکو مطمئن کیا کہ وہ ان خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہیں اور جس مقصد کے لیئے یہ لوگ ان کے پاس آئے ہیں اس میں انکو کامیابی ہوگی۔ انہوں نے انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی وہ صحیح منزل پر آگئے ہیں۔ جس شخص سے انھوں نے رجوع کیا ہے وہ اس کام کا اہل ہے جس کی انہیں ضرورت ہے، اور جو انکو اس ذہنی الجھن سے نکال کر صحیح طریقۂ عمل بتا سکتا ہے۔

یہ ایک فطری بات ہے کہ ایک ضرورت مند یہ چاہتا ہے کہ اس کی ضرورت جلد سے جلد پوری ہو جائے۔ ایک مریض جب کسی معالج کے پاس جاتے کہ وہ اس مرض کی تشخیص کر کے دوا تجویز کرے۔ اور وہ معالج ٹال مٹول کرنے لگے یا یہ کہنے لگے کہ میں کتابیں دیکھ کر بتا سکوں گا، ذرا میں فلاں ڈاکٹر، فلاں حکیم سے مشورہ کر لوں تو مریض کا دل ٹوٹ جائے گا اور وہ مایوس ہو کر واپس چلا جائے گا اور شاید دوبارہ کبھی اس معالج کیطرف رُخ بھی نہ کرے۔

لہٰذا گفتگو کا پہلا جزء یہ ہوتا ہے کہ طالب حاجت کے دل میں اعتماد پیدا کیا جائے کہ وہ جس کے پاس آیا ہے وہ کاربرآری کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ ۔

(ترجمہ) جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔

یعنی ان کی ضرورت بلا تاخیر پوری کر دی جائے اس طرح کہ وہ جو پوچھنا چاہتے ہیں اس کا جواب ان کو بعجلت مل جائے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ دونوں قیدی تھے اور جیل خانے کے قانون

کے پابند، زیادہ دیر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بیٹھے نہیں رہ سکتے تھے لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا کھانا جو آیا کرتا ہے پہنچنے بھی نہ پائے گا کہ میں تم کو خواب کی تعبیر بتا کر رخصت کر دوں گا۔

اس آیت کی تفسیر دو طریقوں سے کی گئی ہے :

پہلی تفسیر

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا :
لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ
یعنی قبل اس کے کہ تمہارا کھانا جو تم کو ملتا ہے یہاں آ جائے میں اس کی تفصیل بتا دوں گا یعنی کھانے میں آج کیا آنے والا ہے۔ حضرت یوسف ؑ کا منشا یہ تھا کہ انکو باور کرا دیں کہ وہ کچھ غیب کی خبریں بتانے پر قادر ہیں اور اس طرح ان دونوں کو اطمینان دلا دیں کہ وہ خواب کی تعبیر بیان کرنے کے اہل ہیں۔

دوسری تفسیر

پہلی تفسیر جو اوپر بیان کی گئی میرے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے۔ اوّلاً اس لیئے کہ غیب میں کیا ہے۔ اس کی نشاندہی اس سے ثابت نہیں ہوتی ہے جیل خانوں میں کھانے کے متعدد انواع و اقسام نہیں دیئے جاتے ایک، دو ہی قسم کے کھانے الٹ پھیر کر دیئے جاتے ہیں ہر قیدی آسانی سے قیاس کر سکتا ہے کہ کھانے میں کیا ملنے والا ہے اس میں حضرت

یوسف علیہ السلام کی کونسی غیر معمولی صلاحیت کا اظہار ہوتا ہے؟

توریت میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد قیدیوں کے کھانے کا انتظام بھی تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو بات اور بھی معمولی ہو جاتی ہے ایک شخص جو باورچی خانہ کا منتظم ہے وہ کسی کو بتادے کہ آج کھانے میں کیا دیا جاتے گا تو اسکی کونسی قابلیت کا اظہار ہے۔؟

میرا رجحان یہ ہے کہ اس آیت کی وہ تفسیر درست ہے جو بعض تفسیروں میں ہے جس میں اس آیت کا یہ مطلب بتایا گیا ہے کہ "تمہارا کھانا آنے بھی نہ پائے گا کہ میں تمہیں خوابوں کی تعبیر بتادونگا تاکہ ان خواب دیکھنے والے قیدیوں کو اطمینان ہو جائے کہ تاخیر نہیں ہوگی اس کی نوبت نہیں آئے گی کہ جیل کا نگران آکے ڈانٹے اور کہے کہ اپنی اپنی جگہ جاؤ۔ یہاں تم کیسے آگئے؟ کیوں آئے ہو؟"

مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بھی خاصا متمدن ملک تھا۔ کھانے کے اوقات متعین تھے کھانے کا وقت آچکا تھا اس لیئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانا جو آرہا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تم کو خواب کی تعبیر بتاکر فارغ کردوں گا۔

وفات کی اطلاع بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بڑی قدر فرمائی کہ اس کی وفات کی خبر نہ دینے کی شکایت بھی فرمائی پھر قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھی۔

اور یہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور اس کے لیے دُعا فرمائی پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر خود اس نے عمل کی کتنی بڑی فضیلت بیان کی افسوس اب مسجد میں جھاڑو دینے کو لوگ عیب اور ذلت سمجھتے ہیں۔

(۴) حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد سے کوڑا نکالنا بڑی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔ (طبرانی کبیر)

(۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں سے ایسی چیز باہر کر دی جس سے تکلیف ہوتی تھی (جیسے کہ کوڑا کباڑ، اصلی فرش سے الگ کنکر پتھر) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادے گا۔ (ابن ماجہ)

(۶) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلہ محلہ میں مسجدیں بنانے کا اور ان کو

پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ف: پاک رکھنا یہ کہ اس میں کوئی ناپاک آدمی یا ناپاک کپڑا یا ناپاک تیل وغیرہ نہ جانے پائے اور صاف رکھنا یہ کہ اس میں سے کوڑا کباڑ وغیرہ نکالتے رہیں۔

(۷) حضرت واثلہ بن الاسقع سے ایک بڑی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدوں کو جمعہ جمعہ (خوشبو کی) دھونی دیا کرو۔ (ابن ماجہ و کبیر طبرانی)

ف: جمعہ کی قید نہیں صرف یہ مصلحت ہے کہ اس روز نمازی زیادہ ہوتے ہیں جن میں ہر طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی دھونی دے دینا یا اور کسی طرح خوشبو لگا دینا، چھڑک دینا سب برابر ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں خرید و فروخت کر رہا ہے تو یوں کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ اور جب ایسے شخص کو دیکھو کہ کھوئی ہوئی چیز کو مسجد میں پکار پکار کر تلاش کر رہا ہے تو یوں کہہ دو کہ خدائے تعالیٰ تیرے پاس وہ چیز نہ پہنچاوے (ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ و حاکم)

تھے۔ لہٰذا حضرت یوسف علیہ السّلام نے گفتگو کا موضوع بغیر بدلے ہوئے اور سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا :

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ؕ

(ترجمہ) "یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں"

ایک دلنشین اور دسبک پیرائے میں[1] دعوت کیطرف رُوئے سخن پھیر دینا

آپ اس ماحول کو اپنی نگاہ میں رکھیئے جس میں یہ دعوت دی گئی ہے۔ اس حکیمانہ اسلوب میں جس کی مثال اگر کہیں ملتی ہے تو صرف رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی دعوت میں جس کا ذکر بعد میں کروں گا لیکن اس کے علاوہ دعوتِ دین اور داعیانِ دین کی طویل تاریخ میں مجھے اس سے زیادہ نازک ماحول نظر نہیں آتا۔ اور نہ اس سے زیادہ لطیف پیرائۂ بیان ملتا ہے۔

---

[1] یہ معجزانہ اور بلیغ طرزِ کلام کا ٹکڑا حضرت یوسف علیہ السّلام کے ذکر میں صرف قرآن میں ہے، تورات میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اس واقعہ کو قرآنِ کریم اور بائبل (BIBLE) دونوں میں دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ قرآنِ کریم نے وہی حصے لئے ہیں جن میں دعوت وتبلیغ عبرت و موعظت کا عنصر ہے اور توریت میں جو ذکر ہے اس میں صرف تاریخ ، گنتیاں اور مسافتوں کا بیان ہے۔

جہاں سے بات شروع کی ہے لا یأتیکما طعامٌ ترزقٰنہ
سے آیت ذٰلکما ممّا علّمنی ربّی تک پڑھیئے اور دیکھیئے کہ کسطرح
رب کے لفظ سے توحید کے وعظ کا راستہ نکال لیا ہے۔ کیا
اس سے زیادہ سہل، لطیف، قابلِ قبول اور تیزی سے بات کا رُخ
بدلا جا سکتا ہے؟ گویا وہ فرما رہے ہیں میری کیا حیثیت کہ آپ کے
خوابوں کی تعبیر بتاؤں۔ میں کمزور و درماندہ انسان میرا اپنے اوپر بس
نہیں چلتا، لوگوں نے مجھے جیل میں دھکیل دیا اور میں ان کا مقابلہ
نہ کر سکا۔ میرے جیسا کمزور و ناتواں جو قید میں ڈال دیا جاتے اور اپنے
آپ کو بے بس پاتا ہو اس کی کیا مجال کہ اس بلند مقام پر اپنے کو
فائز سمجھے کہ علم بصیرت کی بات کرے یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ اس
نے مجھے علم عطا فرمایا۔

جادۂ صد سالہ کو حضرتِ یوسف[۴] ایک لمحہ میں طے فرماتے ہیں

یہاں ایک اور سوال اٹھاتے ہیں۔ میرے رب نے یہ
علم مجھے کیوں دیا۔ دعوت الی اللہ کیطرف لوگوں کا ذہن منتقل کرنے
کا ایک اور پیرایہ انکو ملتا ہے، دراصل یہ طویل راہ تھی جس کو حضرت
یوسف علیہ السلام نے اپنی حکمت و بصیرت، تابناک روحانیت، روشن
ضمیری، اور اللہ کی عطا کردہ فکرِ رسا کے ذریعہ ایک لمحہ میں طے فرمالیا۔

(۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالےٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس روز سوائے اس کے سایہ کے کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہو (بخاری و مسلم وغیرہما)

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان بدبو دار ترکاریوں سے (یعنی پیاز لہسن وغیرہ سے) جیساکہ اور حدیثوں میں آیا ہے بچو! کہ ان کو کھاکر ہماری مسجدوں میں آؤ۔ اگر تم کو ان کے کھانے کی ضرورت ہے تو ان (کی بدبو) کو آگ میں مارو یعنی پکاکر کھاؤ، کچی کھاکر مسجد میں نہ آؤ۔ (طبرانی)

(۱۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد کیطرف جائے اور اس کا ارادہ صرف یہ ہو کہ کوئی اچھی بات (یعنی دین کی بات سیکھے، یا سکھائے تو اس کو حج کرنے والوں کے برابر پورا ثواب ملے گا۔ (طبرانی)

ف : اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جیسے نماز کے لیئے ہے ایسے ہی علمِ دین سیکھنے سکھانے کے لیئے بھی ہے سو مسجد میں ایسے شخص کو رہنا چاہیئے جو دین کی باتیں بتلایا کرے۔

یہ سب حدیثیں "ترغیب" سے لی گئی ہیں بجز دو حدیثوں کے اس میں مشکوٰۃ و جمع الفوائد کا نام لکھ دیا ہے۔

دستور العمل

دستور العمل ۔ جو ان سب احادیث و آیات سے معلوم ہوا

(ا) ۔ کہ ہر چھوٹی بڑی بستی میں وہاں کی ضرورت کے مطابق مسجد بنانا چاہیئے۔

(ب) ۔ مگر وہ حلال مال اور حلال زمین میں ہو۔

(ج) ۔ مسجد کا ادب کرے یعنی اس کو پاک صاف رکھے۔ اس میں جھاڑو دیا کرے اس کی ضروری خدمت کا خیال رکھے بدبو دار چیز جیسے تمباکو وغیرہ کھا کر یا لے کر اس میں نہ جائے وہاں دنیا کا کوئی کام یا بات نہ کرے۔

(د) ۔ مردوں کو نماز مسجد میں پڑھنا چاہیئے اور بدون عذرِ شدید کے جماعت نہ چھوڑے۔ مسجد میں اور جماعت سے نماز پڑھنے میں یہ بھی فائدہ ہے کہ آپس میں تعلق بڑھے ایک دوسرے کا حال معلوم رہے۔ مالک کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے

داعی کا طریقِ کار

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر محسوس فرمایا کہ ان کے دل و دماغ کا خلا پُر ہو چکا ہے اور اب حکمت کا تقاضا ہے کہ بات کو طول نہ دیا جاتے اور توحید کا مضمون زیادہ پھیلا کر بیان نہ کیا جائے ایک ماہر طبیب جانتا ہے کہ مریض کو کتنی غذا اور کتنی دوا درکار ہے مریض کی ضرورت اور قبولیت کی صلاحیت وہ جانتا ہے۔ یہی ایک ایسے داعی کا طریق کار ہے جو اللہ کی طرف سے الہام کی نعمت سے سرفراز ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دعوت کی صلاحیت دی ہے وہ جانتا ہے کہ ایک مرکز پر پہنچنے کے بعد اس سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔

یہی سبب ہے کہ جو شخص دعوت و تبلیغ کو اصول و قواعد کی حدبندیوں میں محصور کرتا ہے وہ دراصل اس کی کارکردگی کو محدود کرتا ہے۔

دعوت نشاط، جوش اور حرارت کی متقاضی ہے داعی اور مبلغ پر بھی یہ ظلم ہے کہ اس کو ضوابط کا پابند کر دیا جاتے۔[1]

بشکریہ: تعمیرِ حیات لکھنؤ۔ مئی ۱۹۹۰ء

---

[1] خطاب اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

القادر پرنٹنگ پریس فون: ۲۲۲۳۲۲۸